ٹیلیفون نمبر ۲۶۱۳۵ — حب الوطن من الایمان — رجسٹرڈ نمبر ۱۷۷۶ ایل اے

کاکوری اخبار

پندرہ روزہ

ایڈیٹر: ڈاکٹر سید احمد علوی نسیم — قیمت ۱۰ نئے پیسے

سالانہ چندہ صرف چار روپیہ للعمر
فی پرچہ اٹھارہ نئے پیسے ۰۱۸

ترسیل زر کا پتہ

۱۔ شمس علوی منیجر کاکوری اخبار ۲۴ امین آباد پارک لکھنؤ

۲۔ مبارک بک ڈپو بندر روڈ مقابل ڈینسو ہال کراچی نمبر ۲

خبروں اور مضامین کے سلسلہ میں خط و کتابت ایڈیٹر سے اور مالی و انتظامی امور میں منیجر سے کی جائے۔

جلد نمبر ۱ | یکم جنوری ۱۹۶۳ء مطابق ۴ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ | شمارہ نمبر ۹

نماز کے متعلق رغبت اور خوف کی چالیس احادیث نبویہ کا ترجمہ

مرتبہ: ایڈیٹر

۱۔ جنت کی کنجی نماز ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷)

۲۔ نماز دین کا ستون ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک (بیہقی کتاب الصلوٰۃ)

۳۔ جس نے سنت طریقہ کے مطابق وضو پورا کیا۔ اس کے پہلے سب گناہ بخشدئے گئے۔ (مسلم ترغیب صفحہ ۱۱۵)

۴۔ بیشک ہر نماز اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے (ترغیب ص ۳۴)

۵۔ نماز پڑھو جس طرح میں نے نماز پڑھی ہے بخاری، مشکوٰۃ ص ۵۱)

۶۔ نماز اول وقت پڑھا کرو اسی میں اللہ کی رضا مندی ہے۔ طبرانی ترمذی (۳۴)

۷۔ جس نے نماز کے وقت اور ارکان کی حفاظت کی اس کے لئے روشنی اور نجات ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۸)

۸۔ جماعت کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ۲۷ درجے زیادہ (بخاری ص)

۹۔ عشاء اور صبح کی نماز باجماعت پڑھنے سے تہجد کا ثواب ملتا ہے (ابوداؤد ص ۲۱۸)

۱۰۔ صف میں مل کر کھڑے ہو۔ سوراخ بند کرو۔ صف درست ہوگی تو نماز پوری ہوگی (ترمذی شریف ص ۳۱)

۱۱۔ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت اور دعائیں بھیجتے ہیں۔ (ترغیب مع مشکوٰۃ ص ۷۹)

۱۲۔ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تمہاری دعائیں قبول کرے گا (مشکوٰۃ ص ۷۹)

۱۳۔ سجدہ میں دعائیں بہت مانگو کیونکہ سجدے کی وجہ سے بندہ اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے (مشکوٰۃ ص ۸۴)

۱۴۔ پنجوقتہ نماز روزانہ اور جو شخص بارہ رکعتیں سنت پڑھے جنت میں اس کے لئے مکان تیار ہو جاتا ہے (ابن ماجہ ص ۸۱)

۱۵۔ ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والا (موحد مسلمان) مرتے ہی جنت میں جائے گا (بیہقی مع صفحہ ۸۹)

۱۶۔ مسجد سے محبت رکھنے والا قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا (بخاری ص ۸۳)

۱۷۔ دو مسلمان جن کی آپس میں لڑائی ہو جبتک وہ صلح نہ کرلیں ان کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا (ابن ماجہ ص ۶۹)

۱۸۔ تارک زکوٰۃ کی نماز نہیں ہوتی (ترجمان القرآن ص ۳۲۶

۱۹۔ شرابی کی نماز بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی (نسائی ص ۲۸۲

رخصتی

ماں باپ کے جذبات

بتقریب شادی عزیزہ ام کلثوم عرف نجمہ حیدری بی اے

(از عفت بانو عباسی زیبا کاکوروی)

بے خواب نگاہیں ہیں سحر سر پہ کھڑی ہے
یہ صبح نہیں ہے تری رخصت کی گھڑی ہے
یہ صبح ہے غمناک بھی اور روح فزا بھی
یہ صبح ہے بیتاب بھی اور نغمہ سرا بھی
اس صبح کی خاطر تجھے ارمان سے پالا
یوں علم و ہنر حسن کے سانچے میں ہے ڈھالا
اس صبح نے چھینی ہیں مری رات کی نیندیں
اس صبح سے وابستہ رہی ہیں مری عیدیں
اس صبح کے اندیشہ سے بیتاب رہی ہوں
راتوں میں ترے واسطے بے خواب رہی ہوں

اب دل کے دھڑکنے کی صدا تھم سی گئی ہے
چہرے پہ ترے میری نظر جم سی گئی ہے

آنکھوں میں وہ معصوم سا گھوم رہا ہے
بچپن ترا یاد آ کے جگر چوم رہا ہے
پر کیف وہ دن اور وہ مسرور زمانہ
آنکھوں میں چھپا تھا تری الفت کا خزانہ
جھولے پہ ہمکنا کبھی گودی میں مچلنا
ہنسنا کبھی رونا کبھی گر گر کے سنبھلنا
گڑیوں کے لئے ضد کبھی گہنوں کی تمنا
پھولوں کو مسلنا کبھی کانٹوں سے الجھنا

تو نے مری الفت کا یہ انعام دیا ہے
آرام دیا ہے، مجھے آرام دیا ہے

پھر ہو کے جوان بن گئی گھر کے لئے رحمت
گھر بار سجانا کبھی ماں باپ کی خدمت
بھائی کو بڑے پیار سے آداب سکھانا
"شمو" کو محبت میں کلیجے سے لگانا
دیتی ہوں وہ گوہر کہ ہے تو جن کی نشاور
"ممتا کے یہ آنسو" ترے سہرے پہ نچھاور
فانوس یہ بن کر تیری راہوں میں جلیں گے
وہ لعل و گہر ہیں جو کبھی پھر نہ ملیں گے
سمجھائیں گے ہر گام تجھے رسم زمانہ
ہر لحظہ سنائیں گے محبت کا ترانہ

جادے نئے، منزل نئی اب گام نئے ہیں
اب تیرے لئے زیست کے پیغام نئے ہیں

ہاں اب ترے اوصاف نکھرنے کے دن آئے
افسوس مگر مجھ سے بچھڑنے کے دن آئے
گھبرا نہ سکھائے ہیں تجھے ایسے چلن بھی
قدموں کو ترے چوم لے خود بڑھ کے چمن بھی
تو میری جدائی سے نہ ہو اشک بداماں
ہاں تجھ کو مبارک تیرا "نو خیز گلستاں"
اب شرم و حیا حسن کی تصویر بنی ہے
تو آج مرے خواب کی تعبیر بنی ہے

منہ تکتا نہیں تجھ کو یہ مچلتے ہوئے آنسو
آ چاند ستاروں سے سجا دوں ترے گیسو

اے گلشن کاظم کی مہکتی ہوئی کیاری — جائے علی حیدر علی انور کی دلاری
ہو مظہر انوار ترا حسن دل آرا — اے نور نظر رشح وقار آنکھ کا تارا
حسنین کو ارمان کہ آنکھوں میں چھپا لو — اے جان عزیز آ تجھے سینے سے لگا لوں

تجھ تری ہر بات مجھے یاد رہے گی!
تو سب کی دعاؤں سے سدا شاد رہے گی

کاکوری کے ادیب، غلام احمد فرقت

از: خلیق احمد صاحب عباسی

پڑھی لکھی دُنیا کے ہر گوشہ میں دو ایک زندہ دل اور باغ و بہار قسم کی ہستیاں ایسی ضرور ہوتی ہیں جن کی ذات ہر محفل کیلئے رونق اور ہر انجمن کے لئے تازگی کا سبب بن جاتی ہے۔ فرقت صاحب بھی ادبی زندگی میں اسی قسم کی ہستیوں میں ایک ہیں۔ آپ ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جس کے افراد عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ علمی و ادبی حیثیت سے بھی اس قصبہ کا شمار اودھ کی بارونق اور ادب نواز بستیوں میں کیا جاتا تھا۔

آپ سنہ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے اور عہد طفلی ہی میں شفقت پدری سے محروم ہو گئے۔ گردش زمانہ کے ہاتھوں ان کو بڑی کٹھن منزلیں طے کرنا پڑیں۔ جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا ان کے کردار کا ہر پہلو، ان کی صلاحیت کا ہر رُخ سامنے آتا گیا۔ اردو و فارسی ادب پر عبور حاصل کر کے حسین آباد گورنمنٹ ہائی اسکول لکھنؤ میں داخل ہوئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے علمی مدارج طے کرتے رہے، بی اے اور اس کے بعد ایم اے لکھنؤ یونیورسٹی سے پاس کیا۔ اب آجکل عربک کالج دہلی میں لکچرار ہیں۔

فرقت صاحب کشیدہ قامت، سانولا رنگ، چھوٹی چھوٹی ذہین آنکھیں۔ لمبی ستواں ناک، اونچی پیشانی، بے تکلف سادہ لباس ہیں۔ نرم و شیریں لیکن پر مذاق گفتگو یوں بھی کسی کو اپنا لینے کو کیا کم ہے۔ اس پر یہ بات سونے پر سہاگے کا کام کرتی ہے کہ ان کی معیت میں خود بخود ایک علمی و ادبی فضا قائم ہو جاتی ہے جو ہر با مذاق طبیعت کے لئے گرویدگی کا سامان رکھتی ہے۔ بذلہ سنج لطیفہ گو، اور خوش مزاج اس حد تک ہیں کہ ہر چھوٹا بڑا ان کی طرف کھنچتا ہے۔ یہ اپنے ملنے والوں میں سے ہر ایک سے خواہ وہ کسی درجہ کا انسان ہو، انتہائی محبت و خلوص سے پیش آتے ہیں۔

ادب، سیاست اور سوسائٹی اور دین، غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس پر آپ حاوی نہ ہوں۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں ایف اے پاس کرنے کے بعد آپ کے ماموں انیس احمد صاحب عباسی اڈیٹر حقیقت نے آپ کو اسسٹنٹ اڈیٹر کی خدمات سپرد کیں۔ اور بعد اس کے ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار "کریسنٹ" کے ادارہ میں دو سال کام کرنے کا موقع ملا۔ اور سنہ ۳۴-۳۳ء میں خود اپنا "صداقت" ہفتہ وار اخبار نکالا، یہ خالص علمی اور ادبی پرچہ تھا۔ اس طرح انھوں نے باقاعدہ صحافت کا کام سیکھا۔

یو۔پی کے جو اہل قلم دنیائے ادب میں ایک خاص شہرت کے مالک ہیں ان میں فرقت صاحب بھی ہیں۔ اور اصناف سخن میں اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں۔ اردو ادب میں سنجیدہ طنز و ظرافت کی طرح ڈالی۔ ان کی شخصیت ان کی نثر نگاری میں اجاگر ہوتی ہے۔ اور کئی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن میں ناروا، کف گلفروش اور صیدو بت طنز و مزاح میں انداز بیان دلچسپ و طنز و مزاح کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ شوخی و ظرافت آمیز ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ "ناروا" سے ایک تبصرہ پیش کیا جائے۔ تاکہ قارئین کو ان کے طرز نگارش اور ظرافت کا اندازہ ہو سکے۔ ملاحظہ ہو:

"آپ کی آزاد نظموں میں ایک مصرعہ اگر اکائی ہے تو دوسرا دہائی۔ گو کلام میں شفا نہیں پھر بھی شفائی ہیں۔ ہر مصرعہ ان کی ادبی سچائی کا شاکی اور ایک دوسرے سے لگائی بجھائی پر آمادہ نظر آتا ہے۔ نظم کہنے میں آپ سب سے زیادہ موزوں تھے۔ اگر کلام کو کسی ملکی یتیم خانہ میں داخل کر کے اپنے جملہ فرائض سے سبکدوش ہو جاتے تو اچھے اچھے نظموں میں شوکتی الفاظ اور جدید تشبیہات اور بین الاقوامی ترکیبیں استعمال کرتے ہیں: یہ ہیں قتیل شفائی۔

ان کے مضامین برابر مشہور ادبی رسالوں میں چھپتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کم لوگ جانتے ہیں کہ فرقت صاحب شعر بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ صرف مزاحیہ نگار اور انشاء پرداز کی حیثیت سے معروف ہیں نہ کہ ایک شاعر کی حیثیت سے۔ بہرحال شعر گوئی ان کے لئے ضمنی اور ثانوی چیز ہے۔ جو حضرات ان کی ادبی زندگی کے اس پہلو سے واقف نہیں شاید اُن کے لئے میں ایک نئی دریافت پیش کر رہا ہوں اور نمونے کے طور پر چند اشعار درج ذیل کئے دیتا ہوں ؎

میں دامانِ حوادث پر مچل جاؤں تو کیا ہوگا
غمِ ہستی سے بھی آگے نکل جاؤں تو کیا ہوگا
وہ ذرّے جن کو تیری آستاں کا فخر حاصل ہے
انھیں ذرّوں میں ذرّہ بن کے گل جاؤں تو کیا ہوگا

غزل

کیا کہوں گردشِ تقدیر یہاں لے آئی
بختِ برگشتہ کی تحریر یہاں لے آئی
میری اک لغزشِ تعمیر یہاں لے آئی
اپنی تقصیروں پہ دو اشک بہالوں تو چلوں
ابھی چلتا ہوں ذرا خود کو سنبھالوں تو چلوں

ایسے غم خانے میں میرے لئے راحت کیا تھی
میری نظروں میں اس ہستی کی حقیقت کیا تھی
مجھکو اس دہر میں آنے کی ضرورت کیا تھی
اپنی آمد کی خجالت کو مٹالوں تو چلوں
ابھی چلتا ہوں ذرا خود کو سنبھالوں تو چلوں

مجھکو بے مہریٔ عالم پہ ہنسی آتی ہے
اس کے ہر رنج پہ ہر غم پہ ہنسی آتی ہے
اور ہر دیدۂ پرنم پہ ہنسی آتی ہے
مضحکہ اس غمِ ہستی کا اڑا لوں تو چلوں
ابھی چلتا ہوں ذرا خود کو سنبھالوں تو چلوں

ناظرینِ کاکوری اخبار کو سالِ نو مبارک

۱۹۶۲ء ختم ہو گیا۔ آج ہم ۱۹۶۳ء میں قدم رکھ رہے ہیں۔ اس الجھاؤ میں پڑنا کہ ماضی کیسا گذرا، حال کے ارادے کیا ہیں۔ ۱۹۶۳ء کیسا رہے گا یہ کام سیاست دانوں کے ہیں۔

کاکوری اخبار نے آخری چار ماہ کی ابتدائی زندگی کیسی کاٹی؛ اس پر اظہارِ خیال ہمارا کام ہے۔ گذشتہ چار ماہ ہمارے لئے انتہائی صبر آزما گذرے۔ بہت بڑی وجہ رجسٹرڈ نمبر کا نہ ملنا تھا جس نے بک پوسٹنگ میں سو ڈیڑھ سو روپیہ کا نقصان اٹھانا پڑا۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر عطیات کی جو رقم ہم نے وقتِ بے وقت کے لئے ڈال رکھی تھی اسی کے بل بوتے پر ہم نے اپنے عزم و استقلال میں فرق نہیں آنے دیا ورنہ دوسرا کیا ہم ہی کو اپنا اخبار روک دینا پڑتا۔ اب جبکہ اللہ کا شکر ہے کہ ہماری کوششیں کامیاب ہو گئیں اور ہمارا رجسٹرڈ نمبر ہمیں مل گیا۔ اب ہم اطمینان کی سانس لے سکیں گے۔ ساتھ ہی اب ہم پابندیٔ وقت اور مقررہ تاریخوں کے قانوناً پابند ہو گئے اب ہم انتظارِ خبروں، مضامین کا نہ عذر بیات کا کر سکیں گے۔ بلکہ تاریخ معینہ پر اخبار کتابت کے لئے دیدیا جائے گا اور چودہ ۱۴ اور تیس ۳۰ کو چھپکر ہمیں مل جائیگا تاکہ ہم یکم اور ۱۵ کو ڈاک کا نہ پہونچا سکے۔ انشاء اللہ ہم بیرونِ وطن خصوصاً پاکستانی بھائیوں کو متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تک انتظار کرنے پر بھی اگر ہمیں خبریں نہیں ملیں گی تو بجی تحریروں سے جو خبریں ہم تک پہونچ پائیں گی اس کو ہم بلا ہیں خیال کے مصدقہ ہے یا غیر مصدقہ شائع کریں گے اور اس کی ذمہ داری آپ بھائیوں پر ہوگی جو خبریں بھیجنے سے کنارہ کاٹتے ہیں۔ ہم احسان احمد صاحب سکریٹری انجمن اخوان الصفاء کو مخاطب کرینگے کیونکہ ایک ذمہ دار انجمن کے سکریٹری کی حیثیت سے ان پر بہت ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہماری رائے میں اگر مناسب ہو تو مختلف واردِ دہلی کی خبریں وہ اپنے پاس منگا لیا کریں اور اسے ایسی تاریخ پر روانہ کریں کہ مقررہ تاریخوں پر دفتر پہونچ جائیں۔

(ایڈیٹر)

سلسلۂ اشاعت گذشتہ

تناسخ درست

از منشی احمد علی شوق قدوائی مرحوم جگوری۔ صاحب ترانۂ شوق و عالم خیال وغیرہ

مئی ۱۸۸۵ء

طاہر محسن نور اللغات آفس کاکوری

حضرت پنچ۔ مجھے تو اب تناسخ میں کچھ بھی شک نہیں رہا جتنے خیالات اس مسئلے کے خلاف تھے سب کا ڈر باگھنگ گیا۔ کہ بقول اہل تناسخ اگر روحوں کا الٹ پھیر ہوا کرتا ہے اور صرف اتنا ہی ہے کہ ایک لباس سے دوسرا لباس ملتا ہے تو ابتدائے آفرینش کے وقت جبکہ انسان کے لباس میں روحوں کا وجود نظر کم تھا۔ اس کثرت سے روحیں کہاں رہتی تھیں۔ اگر نیچر کے یہاں کوئی کانجی ہاؤس اس وقت تیار تھا تو اب کیا ہوا۔ لیکن ڈارون کی تھیوری نے اس خیال کے ڈگمگاتے ہوئے قدم سنبھال لئے۔

جانوروں کا ترقی کرکے انسان ہونا کیا۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ صورتوں میں یا کذائی لباس میں ترقی ہوئی۔ بالکل غلط۔ مطلب یہ ہے کہ بیشتر جو کیڑے مکوڑے اور جانور تھے ان کی روحیں بقاعدہ تناسخ قلا بازی کھا کے انسانی اجسام میں آئیں اور جسکا ثبوت انسانی حرکات سے پیش نظر ہے۔ مناسبت تصور فرمائیے۔

پہلے کیا تھے	اب کیا ہوئے	مناسبت
عنکبوت	جولاہا	تانا
پروانہ	حاسد یا عاشق	جل مرنا
بچھو	پولیس کا ملازم	نیش زنی
گھوڑا	کہار	سواری
بندر	صاحب لعل بات پچ	اُدچھل کود
لنگور	نئی چول کا دم دار آدمی	کالے منہ پر ایک بھانڈ
غنیفور	میم	پھوسے ہجوپروں کے بدلے سلیمکی!
مور	رنڈی	ناچ
دریائی جانور	ملاح	پانی میں آندھی
بلبلہ	مبردعا	لکھنؤ کا چیلا بھی اسی غول میں ہے
چڑیا	بنیا	دانہ دانہ جمع کرتا ہے رچنی کو نین تجھے ہے۔
مینا	لکھنؤ کی عورت	باتیں سننے کے قابل
کوا	دیہاتی	بات بات میں کوا گوار
گدھ	چمار	مردار خوار
بن باؤ	تعلقدار	رعایا پر شیر زبردست کے آگے بھیگی بلی
ریچھ	کشمیری	ناچ کھلاڑی دھنک دھنا
بھیڑ	ہندوستان کی رعایا	جدھر چاہو ہانک لے جاؤ
گدھا	اناڑی	چون بار بھی بردعزیز ست
سیار	ٹاؤن پولیس کا نوکر	رات کی چلاہٹ
شہباز	اودھ پنچ کا نامہ نگار	مرغ مضمون کا شکار

باقی آئندہ

پیغام نشاط

از مولوی غازی الدین احمد ریٹائرڈ سشن جج حیدرآباد

آ جا رہا یہ بجا دے کے زنج القرآن کا پیش خیمہ

اس دور یاس و ہراس میں مسلمانوں کیلئے آیات قرآنی احادیث شریفہ کا ترجمہ جمع کیا گیا ہے جو کہ ان کے یاس و ہراس کو امن امید سے اور ان کی پریشانی احوال و پراگندگی قلب نشاط و سکون سے بدل سکے۔ شرح میں مرتب کے قلم سے ایک ایمان افزا اور قابل مطالعہ مقدمہ ہے۔ قیمت تین روپیہ۔

ملنے کا پتہ

منشی علی احمد صاحب تکیہ شریف کاکوری ضلع لکھنؤ

ذاہد

از جمال علوی کاکوروی بی کام آگرہ

جوان بیٹے کی خون میں لتھڑی ہوئی لاش سامنے پڑی تھی۔ ماں کی آنکھوں سے دیوانگی مترشح تھی۔ وہ پچھاڑیں کھا رہی تھی۔ "ارے میں نے تو ابھی تیرا سہرا بھی نہ دیکھا تھا۔ ارے میرے لال مرنے کے دن تو میرے تھے"۔ غم سے نڈھال ہو کر وہ بیہوش ہی ہونے لگی۔ رشتہ دار محلہ کے تمام مرد و زن گھر میں موجود تھے۔ سارے گھر میں ایک کہرام بپا ہوا تھا ہر کوئی اماں اور ابا میاں کو ہوش میں لانے کی فکر میں تھا۔ دونوں پر بار بار غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔

"ارے تجھے اپنے باپ کا اور میرا کتنا خیال تھا"۔ ماں نے ذرا ہوش آتے ہی ران اور سینہ پر شدت غم سے ہاتھ پیٹنے شروع کر دئے۔ ان کی دھنسی ہوئی آنکھیں بے شمار چھلکتے ہوئے نایاب موتی بکھیر رہی تھی۔ "وہ... وہ میرا لال" کہتے ہوئے ماں پر ایک رقت سی طاری ہو گئی پھر ایک دم سے وہ بالکل خاموش ہو گئی۔ اس پر سکتہ کا عالم طاری تھا کہیں دور سے اسے اپنے بیٹے کی آواز سنائی دینے لگی۔ "بوڑھے باپ کو کھانے کو دو نہ ماں کو۔ تم ذرا بھی ان کا خیال نہیں رکھتی ہو۔ میری کیا ہے میں تو ہٹا کٹا ہوں اور پھر کمانے کے لئے ساری زندگی پڑی ہے۔"

"مگر بیٹا تجھے کام بھی تو زیادہ کرنا پڑتا ہے اور پھر تیری صحت کیلئے بھی اچھا کھانا بے حد ضروری ہے۔"

"تم میری فکر مت کرو۔ میں اپنے ابا سے اچھا کھاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ تم سمجھتی کیوں نہیں ہو ماں..." وہ ابھی اسی دن کہہ رہے تھے "بیٹا میرے تو اب چل چلاؤ کے دن ہیں۔ آج مرے کل دوسرا دن"۔ اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔

"یہ تو تیری سعادتمندی ہے میرے بیٹے"۔ ماں کی آنکھیں پرنم ہو گئیں "ہائے میرے جگر کا ٹکڑا۔ میرا بیٹا۔" کہکر انھوں نے ایک دم سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئیں۔ سب لوگوں کی توجہ انھیں دونوں کی جانب مرکوز تھیں اماں کے چہرے پر گلاب چھڑکا جانے لگا۔ اور چچا جان سب کو خاموش رہنے کی ہدایت کرنے لگے۔

ماں کو ہوش آچکا تھا مگر وہ اسی طرح سکتہ کی سی حالت میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے خلا میں دیکھتے ہوئے بے حس و حرکت بیٹھی رہیں۔ پرانا سماں ان کی نگاہوں کے سامنے تھا انھوں نے دیکھا جیسے وہ ایک زمانہ سے جاگ رہی ہوں۔

"ابا یہ روپیہ رکھ لو۔ تمہارے پاس پہننے کے لئے کوئی اچھا کپڑا ابھی تو نہیں ہے اور اماں کے لئے بھی اس میں سے خرید لینا۔" اس نے ۳۰ روپیہ ابا کی جانب بڑھا دئے۔

"مگر بیٹا تیرے بھی تو سارے کپڑے پھٹ چکے ہیں۔ نہیں میں تیرے لئے ہی کپڑا لیتا آؤں گا۔ کیونکہ تو تو اپنے کپڑے بنوانے سے رہا۔ اور میری کیا ہے کوئی بڑھاپے میں ٹھاٹ تھوڑے کرنے ہیں۔"

"نہیں ابا تم میری فکر نہ کرو۔ میرے پاس ویسے بھی کافی کپڑے ہیں اور پھر ابھی تو میرے پاس روپیہ بھی موجود ہیں۔ میں اپنی پسند سے کپڑے خرید لوں گا۔" اس نے باپ کو جھوٹی تسلی دی۔

باہر سے ابا میاں کی چیخ کرتی ہوئی آواز آ رہی تھی "ارے بیٹا ابھی تو میں نے وہ کپڑے بھی نہیں خریدے۔ تو تجھے کپڑے پہنے ہوئے نہیں دیکھوں گا۔" ابا میاں پچھاڑیں کھا رہے تھے۔ دو آدمیوں کے سہارے سے وہ اندر داخل ہوئے۔ ان کے سر سے خون بہہ رہا تھا کیونکہ شدت غم کی حالت میں وہ اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر زخمی کر چکے تھے۔

"خانصاحب آپ تو مرد ہیں ذرا اپنے کو سنبھالئے۔" چچا جان اور سب سے دوسرے لوگ انھیں ڈھارس بندھا رہے تھے۔

ماں نے ایک نظر بے تعلقانہ انداز سے ابا میاں پر ڈالی اور پھر اپنے ماضی کے حسین و [illegible] خوابوں کے تانے بانے ترتیب دینے میں مشغول ہو گئیں۔

"سنو ماں"۔ اس نے ماں کو آواز دی۔

"کیوں، کیا ہے رے"۔ اس نے ماں کی آواز سے کمرے کا اندازہ کیا اور وہاں داخل ہو گیا۔ "یہ دو پچاس روپیہ۔ تم اپنے لئے کپڑے وغیرہ خرید لینا۔ وہ جو دروازہ پہ کپڑے والا آتا ہے وہ تو بہت ٹھگتا ہے تم اس سے کپڑا مت لیا کرو۔ بازار ہی جانا۔" اس نے ماں کی خاطر کی اور باہر جانے لگا۔

"اگر تیرے پاس بھی تو کپڑے نہیں ہیں" وہ جاتے جاتے رک گیا "تم میری اتنی فکر کیوں کرتی ہو۔ میری تو ساری زندگی پڑی ہے کپڑے پہننے کے لئے اور پھر میرے پاس تو ابھی اور روپیہ ہے۔ میں کپڑا خرید لوں گا۔" اس نے بناوٹی خفگی کا مظاہرہ کیا۔

"تجھے تو تیری بیوی ہی ٹھیک کرے گی۔۔۔ اور شادی ہو جانے کے بعد پھر تو ۔۔۔ تو بیوی ہی کو سب ۔۔۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔ وہ چیخ پڑا۔ "تم میرے بارہ میں ایسا سوچتی ہو۔۔۔۔ تب پھر ۔۔۔ تب پھر میں شادی ہی نہیں کروں گا۔" اس کی آواز غم سے بھرا گئی تھی۔ "چل ہٹ پگلے ۔۔۔ میں تو ہنسی کر رہی تھی۔ تیرے لئے تو میں نے چاند سی دلہن پسند کی ہے اور پھر تو تو دیکھ ہی چکا ہے ایسی باتیں مت سوچا کرو۔ اور سن یہ جو پچاس روپیہ تو نے دئے ہیں کچھ میرے پاس اور بھی ہیں سب ملا کر تیری بیوی کیلئے کپڑا خریدوں گی۔"

"نہیں ماں تم ایسا مت کرنا ۔۔۔ اس کے لئے انشاء اللہ ۔۔۔۔" شرم و حیا کی تبسم دستر نم کرنیں اس کے سرخ و سپید چہرے سے پھوٹنے لگی اور جھینپ مٹانے کے لئے وہ آگے بڑھ گیا۔

اس نے آئینے کے سامنے رک کر اپنے بالوں میں کنگھا کرتے ہوئے ماں کو مخاطب کیا۔ "کیوں ماں ٹھیک ہے نہ۔ ۲۵ روپیہ کے گیہوں، پانچ روپیہ کی دالیں اور ۲۰ روپیہ میں مسالہ، کتھا، چھالیہ، چاول، شکر، گھی، تیل وغیرہ"

"ہوں" ماں نے اس کی قمیض میں بٹن ٹانکتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"لا میں تیرے کنگھا کر دوں۔ کتنا اچھا لگتا ہے تو ذرا مجھے بھی دیکھ بیٹا"

"ہٹو ماں، مجھے لگتا کب آتا ہے" وہ جھینپ سا گیا۔

"لاؤ مجھے تھیلا وغیرہ دو میں تو اب چلتا ہوں۔"

اور پھر جیسے ہی وہ سودا لینے کے لئے گھر سے باہر نکلا۔ ایک کار آن کی آن میں اس کے اوپر تھی۔ اور پھر وہ بھی اس کے بہتے ہوئے خون کا سلسلہ اڑاتی ہوئی دور چلی گئی۔ افراتفری گھبراہٹ اور اس کی چیخ و پکار کوئی موٹر کے نمبر بھی تو نہ دیکھ سکا۔

وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ گھر والوں کی آنکھوں کا تارا۔ رشتہ داروں کا دلارا۔ محلہ بھر اس کے اخلاق کا مداح تھا خوبصورت جوان۔ صحت مند و قوی۔ سیدھا سادا سا نوجوان اور تعلیم یافتہ۔ دو سو روپیہ کا نوکر ۔۔۔ آج اسی نوجوان کی لاش خون میں نہائی ہوئی نظروں کے سامنے تھی۔

کراچی کی خبریں

چھپتے چھپتے: جو خبریں نجی ذرائع سے مل سکیں درج کی جا رہی ہیں کیونکہ پاکستانی ڈاک نہیں آئی۔

— ۲۷ نومبر ۶۲ء کو بیگم محمد واثق صاحب علوی کے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ خدا مبارک کرے۔ آمین۔

— نجی ذرائع سے یہ خبر بھی ہم تک پہنچی کہ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۲ء کو بیگم عشرت علی صاحب علوی کے یہاں بھی بچہ پیدا ہوا خدا مبارک کرے۔

— کمال عباسی صاحب کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ موصوف مشرقی پاکستان سے کراچی آ گئے ہیں۔ ایک ماہ کے اندر امتحانات کے سلسلہ میں انگلستان روانہ ہو جائیں گے۔

— ایک پاکستانی تحریر سے یہ خبر وحشت اثر ہم تک پہنچی ہے کہ ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو سعید الدین حسن صاحب علوی کی اہلیہ کا انتقال پرملال کراچی میں ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حالاتِ وطن

— فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ :-

ہنگامی حالات کے مطابق سرکاری احکامات پر کاکوری اسپتال میں فوری امداد کے طریقے اور سوئیاں بہم پہنچانے کی ٹریننگ شروع ہو گئی ہے۔ جس میں علاوہ اسکولوں کے استادوں اور استانیوں کے قصبہ کے بیشتر چیدہ حضرات بھی شریک ہو رہے ہیں۔ ایک ماہ تک ہر تیسرے دن اسپتال میں مقامی ذمہ دار اور متعینہ ڈاکٹر لکچر دے رہے ہیں۔ اور بعد میں امتحان لیکر سرٹیفکٹ دیا جائے گا۔

— تین نقبیں اور لگیں :-

ایک ہفتہ وقفہ دینے کے بعد پرسوں رات میں گدڑین ٹولہ پر تین جگہ نقبیں لگائی گئیں ایک جگہ سے سامان لیجانے میں کامیابی ہوئی ہے یہ معلوم کرکے کسی قدر اطمینان ہوا ہے کہ دلدار رضا صاحب جو چھٹی پر گئے ہوئے تھے وہ واپس آگئے ہیں امید ہے کہ وہ جلدی ہی اس کا تدارک کرینگے

— رجب کا فاتحہ

حسب سالہائے گذشتہ امسال بھی ۱۰ رجب المرجب کو حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہٗ کا سالانہ فاتحہ انعقاد پذیر ہوا۔ مجمع کافی تھا۔ رات کی محفل سماع بعد عشاء شروع ہوئی اور ۱ بجے رات کو ختم ہوئی۔ دوسری محفل سماع دوسرے دن ۹ بجے شروع ہوئی اور ۱۲ بجے ختم ہوئی۔

— حیدرآباد کی ایک تحریر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سردار علی صاحب عباسی کا تبادلہ حیدرآباد سے وجے واڑہ ہو گیا ہے

— دوستانہ میچ۔ نیشنل کلب لکھنؤ کی جیت

کاکوری ہیروز کلب اور نیشنل کلب لکھنؤ نے ۲۵ دسمبر ۶۲ء کو کاکوری اسکول گراؤنڈ پر ایک دوستانہ میچ کھیلا۔ نیشنل کلب کی ٹیم کے گیارہ کھلاڑی حسب ذیل تھے۔ ولیس سی بھارگو، ولیس لے گپتا، مہندر چوپڑا، ہرمیندر، لطیف، رمیش کپتان، بھرت، اوکرناتھ، رام کمار، بی۔ پی شکلا۔ کاکوری ہیروز کے کھلاڑی حسب ذیل تھے۔

چھیدی لال، جیش پرشاد، اقبال بہادر، کامل خاں صاحب، بابو خاں، ظفر احمد خاں، بجرنگ، ستیش چندر، حبیب احمد، صغیر احمد (کپتان)۔

نیشنل کلب کے بالر بہت اچھے تھے پہلی اننگ کا اسکور ۵۰-۲۳ تھا دوسری اننگ نیشنل کلب والوں نے اور زیادہ تیز کھیلی۔ لنچ سے پہلے ہی انھوں نے ۱۱۰ رن بنانے میں چھ وکٹ کھوئے اور لنچ کے وقفہ کے بعد انھوں نے کاکوری ہیروز کو دوسری اننگ کھیلنے کا موقعہ دیدیا۔ کاکوری ہیروز بعد میں بھی اپنی کمی کو پورا نہ کر سکے۔ اور نیشنل کلب قریب قریب اسی رن اور ۳ وکٹ سے جیت گئے

— تقریب عقد نکاح

انتہائی مسرت کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ غلام حسنین حیدری صاحب کی صاحبزادی نجمہ حیدری بی اے کا عقد نکاح محمد رشید الدین حیدر برج انسپکٹر لمبار ضلع سورت ابن تاج الدین حیدر مرحوم کے ساتھ ۲۴ دسمبر ۶۲ء روز دوشنبہ بوقت ۴ بجے دن کوٹھی دلستان محمودیہ گنج لکھنؤ میں ہوا۔ نکاح جناب شاہ مجتبیٰ حیدر صاحب عرف مجن میاں نے پڑھا۔ اس موقع پر حیدری صاحب نے ایک پرتکلف دعوت طعام دی جس میں مخصوص اعزہ و خواتین اور عمائدین شہر نے شرکت کی۔ نکاح سے قبل شعر و سخن کی ایک مختصر محفل منعقد ہوئی جس میں ماسٹر راحت صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں چیدہ چیدہ کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ ہم خلوص دل سے حیدری صاحب کو اس فرض سے سبکدوشی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

— عطیہ بانو عباسی سلمہا دختر مشتاق علی عباسی مرحوم کا عقد نکاح مسٹر انصار حسین قدوائی ردولوی کے ساتھ بر مکان مسٹر توفیق عرف ششو ۲۳ دسمبر روز یکشنبہ ہوا۔ شب میں مخصوص حاضرین کی مدعوت کی گئی جس میں مخصوصین دولہا کے احباب نے شرکت کی۔

ڈاکٹر سید احمد علوی پرنٹر پبلشر نے سرفراز قومی پریس میں چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار پریم گنج کاکوری ضلع لکھنؤ سے شائع کیا۔